બાنٹوا میمن جماعت کا ترجمان

ماہنامہ

# میمن سماج

اردو۔گجراتی

بانٹوا میمن جماعت
قیام: 2 جون 1950

મેમણ
# સમાજ
ગુજરાતી - ઉર્દૂ માસિક

نومبر 2021ء ربیع الثانی ۱۴۴۳ھ

بانٹوا میمن خدمت کمیٹی (کراچی) کے زیر اہتمام
صحت عامہ اور علاج معالجہ کے شعبے میں جدید سہولیات سے آراستہ

## بانٹوا اسپتال

کی عمارت کا بیرونی منظر

طویل عرصے سے گنجان آباد علاقے میں متوسط اور غریب طبقے کو معیاری اور
سستے علاج معالجے کی بروقت سہولیات فراہم کرنے والا ادارہ

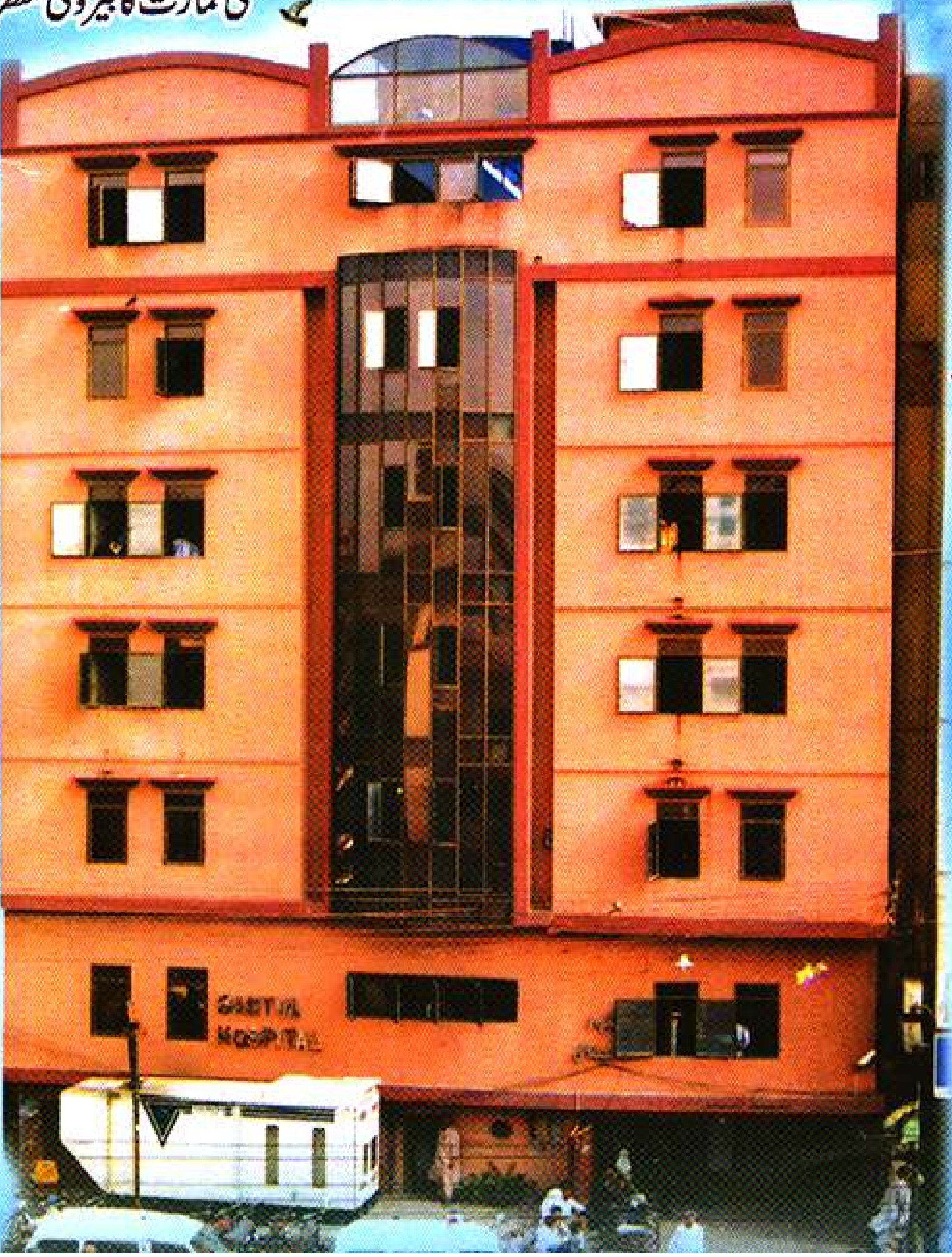

بسم اللہ الرحمن الرحیم

يد الله على الجماعة

جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے۔

وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ

وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ

اور جب میں بیمار پڑتا ہوں تو اللہ تعالیٰ ہی مجھے شفاء بخشتا ہے

(سورۃ الشعراء۔ رکوع ۹۔ آیت نمبر: ۸۰۔ پارہ ۱۹)

بانٹوا میمن جماعت کا ترجمان

માસિક
મેમણ
સમાજ
ઉર્દૂ-ગુજરાતી

# ماہنامہ میمن سماج

Monthly
Memon Samaj
Urdu-Gujrati

اردو۔ گجراتی کراچی

مدیر اعزازی: انور حاجی قاسم محمد کاپڑیا

پبلشر: عبدالجبار علی محمد بدو

نومبر 2021ء

ربیع الثانی ۱۴۴۳ھ

شمارہ: 11

جلد: 66

**فی شمارہ: 50 روپے**

- ایک سال کی خریداری (مع ڈاک خرچ): 500 روپے
- پیٹرن (سرپرست) 10,000 روپے
- لائف ممبر: 4000 روپے

32768214
32728397

Website : www.bmjr.net
E-mail: bantvamemonjamat01@gmail.com

زیرِ نگرانی

**بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی**

پتہ: بانٹوا میمن جماعت خانہ، ملحقہ حور بائی حاجیانی اسکول، یعقوب خان روڈ، نزد ریلیف مینشن، کراچی۔

Regd. No. SS-43

Printed at : City Press Ph: 32438437

# اپنی برادری کی سماجی اور فلاحی شعبوں میں مخلصانہ خدمات

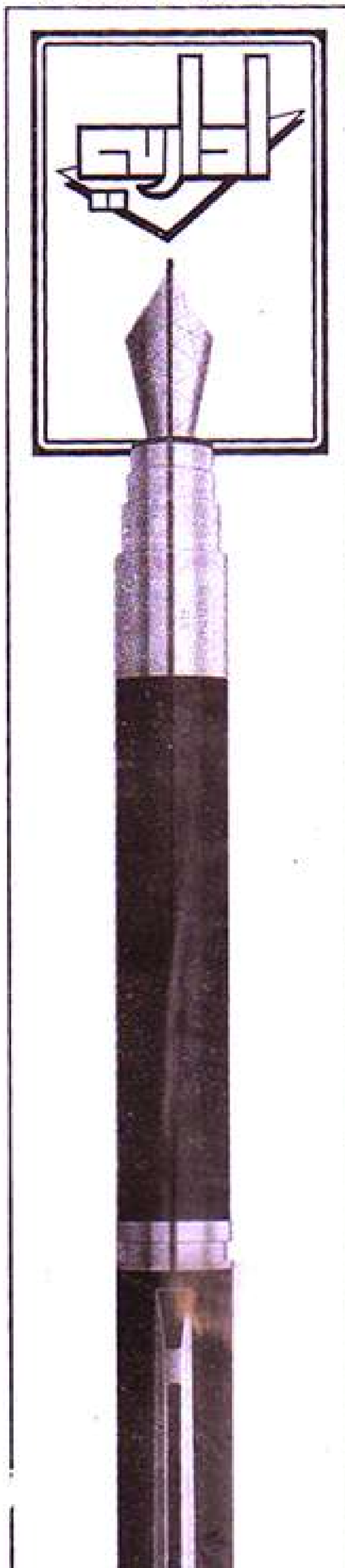


بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی ایک ایسا ادارہ ہے جو خدمت خلق اور برادری کی خوشبو، پیار اور محبت میں بسا ہوا ہے۔ جس کا حامل دھن نگری بانٹوا شہر تھا۔ یہ محض ایک سماجی، اصلاحی اور فلاحی ادارہ ہی نہیں ہے جو لوگوں کی خدمت کر رہا ہو بلکہ یہ ایک ایسا مستحکم پلیٹ فارم ہے جہاں سے آج بھی محبت، ایثار و خلوص اور پیار بانٹا جاتا ہے۔ بانٹوا میمن برادری ایک ایسی برادری ہے جس کا ہر بچہ، ہر نوجوان اور ہر فرد انسانی ہمدردی اور محبت کے جذبے سے سرشار ہے۔ انسان اور انسانیت کی بلاامتیاز خدمت بانٹوا میمن برادری کا نصب العین ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اس شہر بانٹوا کے نام کو آج بھی اس قدر احترام حاصل ہے کہ جہاں کہیں بھی، کسی بھی ادارے کے ساتھ لفظ بانٹوا آتا ہے، لوگ اس کی طرف کھنچے چلے جاتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ انہیں یہاں سے خلوص ملے گا، ہمدردی ملے گی، کوئی ان کی بات سنے گا اور ان کے دکھوں کا مداوا کرے گا۔

غرض بانٹوا میمن برادری کے حوالے سے متعدد رفاہی، فلاحی اور سماجی خدمات کے ادارے پورے ملک بالخصوص سندھ اور خاص طور سے کراچی میں بلاامتیاز شب و روز خدمات انجام دے رہے ہیں۔ بلاشبہ اسے ہم بانٹوا میمن برادری اور اس کے سرکردہ رہنماؤں اور بزرگوں کا اعزاز کہہ سکتے ہیں جن کی محبت، رہنمائی اور اصلاحی مہم کے باعث یہ برادری دوسروں کی خدمت کو اپنا نصب العین سمجھتی ہے۔

انسان کی خدمت ہر مذہب میں عبادت قرار دی گئی ہے اور خاص کر اسلام میں تو اس کی اہمیت بہت زیادہ بیان کی جاتی ہے اور خاص طور سے ایسے لوگوں کی خدمت کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے جنھیں آپ جانتے نہ ہوں بلکہ محض انسانی تعلق کی بنیاد پر دوسروں کے کام آئیں اور ان کے دکھ درد دور کریں۔ ایسی خدمت جس کے بدلے خدمت لینے والے سے کوئی فائدہ اٹھایا جائے کوئی خدمت نہیں ہے بلکہ یہ تو ایک سودا ہوتا ہے کہ تم ہمارا کام کرو، ہم تمہارا کام کریں مگر الحمدللہ ابھی اس دنیا میں ایسے لوگ موجود ہیں جو خدمت کے اصل جذبے کو سمجھتے ہیں اور کسی لالچ یا غرض کے بغیر دوسروں کے کام آتے ہیں۔

اگر میمن برادری کی خدمات کا جائزہ لیا جائے تو نہ جانے کتنے صفحات بھر جائیں گے مگر

Mr. Anwer H. Kassam Kapadia

ان کا ذکر نامکمل رہے گا۔ دنیا کے ہر ملک میں اس قوم کے افراد امن پسند، صلح پسند اور انسانیت کی ہمدردی اور وطن سے محبت کے حوالے سے پہچانے جاتے ہیں۔ کس کس کا نام لیا جائے؟ نہ جانے کتنے میمن رہنما انسانیت کی فلاح و بہبود کرکے خود تو دنیا سے چلے گئے مگر ان کی یادگاریں اب بھی موجود ہیں اسی لیے وہ بے نام ونشان نہیں ہوئے۔ میمن برادری کے افراد مذہب اور بزرگان دین سے والہانہ عقیدت رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ دنیا کے جس گوشے میں بھی گئے وہاں دین کو پھیلاتے رہے، مدارس ومساجد قائم کرتے رہے۔

ان کو ہمیشہ یاد رکھنے کا سامان کرتے رہے۔ تحریک پاکستان میں میمنوں نے جس سرگرمی سے کام کیا، اس کی مثال تاریخ میں نہیں مل سکتی۔ ہندوؤں کے درمیان رہتے ہوئے بھی اس برادری کے مخیّر حضرات نے اپنی مالی امداد سے پاکستان کے قیام کو ممکن بنایا۔ مسلم لیگ اور قائداعظمؒ کی ہر طرح سے مدد کی۔ سر آدم جی حاجی داؤد نے تو قائداعظمؒ کو بلینک چیک تک پیش کیا تھا۔ اورینٹ ایر ویز (پی آئی اے) کے قیام سے پاکستان کی معیشت کو مضبوط کیا گیا تھا۔ نہ صرف قیام پاکستان کے وقت میمنوں نے اپنا کردار ادا کیا بلکہ آج تک ادا کر رہے ہیں۔ اگر میمن برادری کو پاکستان کی معیشت کی ریڑھ کی ہڈی کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ اس بات کا اعتراف ابتدائی رہنماؤں سے لے کر آج تک ہر دور میں ہر پاکستانی رہنماؤں نے کیا ہے۔ اسکول، کالج، اسپتال، زچہ خانے، انڈسٹریل ہوم، ڈسپنسریاں، دارالامان، دارالاطفال، کمیونٹی سینٹرز، جماعت خانے، فلاحی مراکز، کمپلیکس، مسافر خانے قائم کرکے کیا گیا علاوہ یتیموں، بیواؤں، پسماندہ، نادار، بے روزگار، مفلس غرض ہر طرح سے معاشرتی طور پر کمزور لوگوں کی کفالت، کس کس چیز کا ذکر کیا جائے۔ میں اپنے اداریے میں بانٹوا میمن کمیونٹی کو خوش قسمت برادری کہوں گا جس کے ہر فرد کو قدرت نے خصوصی جذبہ ہمدردی سے نوازا ہے اور ہر ایک کے دل میں انسانیت سے پیار کو رکھ دیا ہے۔ یہ اس برادری کا فخر بھی ہے، اس کی شان بھی اور اس کا اعزاز بھی۔ ہمیں اس توفیق الٰہی پر اپنے اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ شکر ادا کرنا چاہیے۔ درحقیقت بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی ایک سماجی، فلاحی، رفاہی اور اصلاحی ادارہ ہے۔ بانٹوا میمن برادری کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی خوبیوں سے نوازا ہے۔ اس برادری کے افراد کا معاشرے میں ایک منفرد مقام ہے۔ چاہے وہ تجارتی اور صنعتی شعبہ ہو، اصلاحی میدان ہو، فلاحی کام ہو، سرکاری یا نیم سرکاری اداروں میں ہر ایک شعبے میں برادری کے ہر طبقے کے افراد کو نمایاں حیثیت حاصل ہے۔

بانٹوا میمن برادری کا ایک اور قابل تعریف پہلو یہ ہے کہ اس میں اجتماعی زندگی کا شعور ہے جو بانٹوا میمن جماعت کی شکل میں جلوہ گر ہے۔ ہم نے اپنے بزرگوں سے سنا ہے اور کتابوں میں پڑھا ہے قیام پاکستان سے پہلے بھارت کے صوبہ گجرات کے ضلع کاٹھیاواڑ میں بانٹوا ایک چھوٹا سا خوبصورت شہر تھا جہاں بجلی نہیں تھی اور مواصلاتی نظام نہ ہونے کے برابر تھا۔ اس کے باوجود پورے ہندوستان اور بیرونی ممالک میں بانٹوا میمن برادری کی تجارت اور صنعت کے میدانوں میں بڑی شہرت تھی۔ برادری کے ہر فرد کی معاشی اور معاشرتی طور پر ایک دوسرے سے بڑی اچھی اور بے لوث جذباتی وابستگی نظر آتی تھی۔ امیر اور غریب کی کوئی تفریق نہیں تھی۔ برادری کے لوگ

اجتماعی زندگی کے بندھن میں بندھے ہوئے تھے اور بھائی چارہ کی فضا میں بڑی پرسکون اور آسودہ زندگی گزار رہے تھے۔

بانٹوا میمن جماعت کا معاشرتی اور اصلاحی پہلو یہ ہے کہ وہ وقتاً فوقتاً ایسے قوانین وضوابط بناتی رہتی ہے جن کا مقصد برادری میں پھیلی ہوئی غلط رسموں اور رواجات کو ختم کرنا اور فضول خرچی والے کاموں کی روک تھام کرنا ہے۔ اس کے علاوہ گھریلو تنازعات کو خوش اسلوبی سے حل کرنا، فریقین کے مابین پیدا شدہ غلط فہمیوں کو دور کرنا بھی جماعت کا نصب العین ہے۔ اس مقصد کے لئے مصالحتی کمیٹیاں تشکیل دی گئی ہیں جن کے ممبران اپنی تمام صلاحیتوں اور انتھک محنت سے فریقین کے مابین خوشگوار تعلقات استوار کرنے میں کامیاب ہوجاتے ہیں۔ آبادکاری کے سلسلے میں مالی تعاون کے علاوہ شادی بیاہ کے موقعوں پر مالی اعانت بھی کرتی ہے۔ برادری کے وہ طلبہ اور طالبات جن کے معاشی حالات ان کو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی اجازت نہیں دیتے، وہ جماعت سے رجوع کرتے ہیں، جماعت ان کی امنگوں کو سمجھتے ہوئے ان کی ہمت افزائی کرتی ہے اور ضرورت کے مطابق انہیں رقومات فراہم کرکے سپورٹ کرتی ہے۔ اس کے علاوہ برادری کے باصلاحیت ہونہار طلبہ وطالبات کو مزید تعلیم کے حصول میں بھی پوری مدد اور رہنمائی کی جاتی ہے۔

دینی اور دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دیگر شعبوں میں نمایاں (امتیازی) پوزیشن حاصل کرنے والے برادری کے طلبہ وطالبات کو انعامات اور اعزازات سے بھی نوازا جاتا ہے۔ بانٹوا میمن جماعت برادری کے ہر فرد کو یہ دعوت دیتی ہے کہ جماعت کے سماجی کاموں میں اس کا ہاتھ بٹائیں اور جس وقت بھی جماعت کی طرف سے پکارا جائے تو تن من اور دھن سے اپنے آپ کو پیش کریں اور یہ حقیقت ہے کہ جن بزرگوں نے بانٹوا میں ایثار وخلوص اور پیار ومحبت عام کرکے ایکتا کا جو بیج بویا تھا وہ آج محبت، رواداری، خلوص اور پیار کا ایسا تناور درخت بن چکا ہے جس کی خوشبو کے باعث لوگ اس کی طرف کھنچے چلے آتے ہیں۔

پیار ومحبت کا یہ سفر جو بانٹوا سے شروع ہوا وہ انشاء اللہ تعالیٰ تا قیامت جاری رہے گا۔ اس کے ساتھ ہی بانٹوا میمن برادری، اس کے بزرگوں، اس کے رہنماؤں اور اس کے تمام فلاحی اداروں کا نام بھی ہمیشہ بلند اور روشن رہے گا۔ میری اور پوری برادری کی یہی دعا ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے بانٹوا میمن جماعت کو ہمیشہ قائم ودائم رکھے اور دن دونی رات چوگنی ترقی عطا کرے (آمین)

نیک خواہشات اور پرخلوص دعاؤں کا طالب — ادنیٰ خادم

**انور حاجی قاسم محمد کاپڑیا**

مدیر اعزازی ماہنامہ میمن سماج کراچی

## جماعت کے منصوبوں اور سرگرمیوں کے متعلق آپ کی واقفیت ضروری ہے

## حمد باری تعالیٰ

### حاجی محمد شفیع اسٹیل والا (مرحوم)

مانا کہ عقل سے ہے بالا مقام تیرا
میری زبان پر ہے اللہ نام تیرا

بندہ ہوں تیرا بے شک اور امتی ہوں ان کا
لے کر جو اس جہاں میں آئے پیام تیرا

توفیق دے کہ ان پر بھیجوں درود ہر دم
نازل ہوا حرا میں جن پر کلام تیرا

ارض و سما کی ہر شے ہم کو بتا رہی ہے
اے خالق حقیقی جلوہ ہے عام تیرا

حبل ورید سے بھی نزدیک تر ہے تو ہی
گردش میں خون کی ہے میرے خرام ترا

دل میں شفیع کے ہے تیرے کرم کی خواہش
کرتا ہے جان و دل سے یہ احترام تیرا

## نعت رسولِ مقبول ﷺ

### حاجی محمد شفیع اسٹیل والا (مرحوم)

مدینے میں جاؤں یہ جی چاہتا ہے
نہ اب جا کے آؤں یہ جی چاہتا ہے

ہو توفیق حاصل تو میں آب زمزم
پیوں اور پلاؤں یہ جی چاہتا ہے

زباں سے خموشی کی، روضے پہ ان کے
غم دل سناؤں یہ جی چاہتا ہے

رسول ﷺ گرامی کی تعریف کر کے
میں داد ان سے پاؤں یہ جی چاہتا ہے

در شاہ ﷺ دیں پر کہوں کچھ نہ منہ سے
بس آنسو بہاؤں یہ جی چاہتا ہے

مدینے کے ذروں کو پلکوں سے چن کر
میں دل سے لگاؤں یہ جی چاہتا ہے

شفیع آج تک جو بھی نعتیں لکھی ہیں
خود ان کو سناؤں یہ جی چاہتا ہے

# ان کی باتوں میں گلوں کی خوشبو

☆اللہ کی نظر میں بدترین آدمی قیامت کے روز وہ ہوگا جس کی بدکلامی کی وجہ سے لوگ اس سے ملنا چھوڑ دیں۔ (حضور اکرم ﷺ)

☆انسان خود عظیم نہیں ہوتا اس کا کردار عظیم ہوتا ہے۔

(حضرت ابوبکر صدیقؓ)

☆اچھے لوگوں کو آزمانے کی کوشش نہ کرنا کیونکہ اچھے لوگوں کی مثال ہیرے جیسی ہے، جب تم انہیں ٹھوکر مارو گے تو ٹوٹیں گے نہیں لیکن پھسل کر تمہاری زندگی سے دور چلے جائیں گے۔

(حضرت عمر فاروقؓ)

☆زبان کے درست ہو جانے کے ساتھ دل بھی درست ہو جاتا ہے۔

(حضرت عثمان غنیؓ)

☆اپنا سر اونچا رکھو کہ تم کسی سے نہیں ڈرتے لیکن اپنی نگاہیں نیچے رکھو تاکہ پتہ چلے تم ایک باعزت گھرانے سے تعلق رکھتے ہو۔

(حضرت علیؓ)

☆جب تم جان لو کہ تم حق پر ہو تو پھر نہ جان کی پرواہ کرو نہ مال کی۔

(حضرت امام حسینؓ)

☆علم تمہاری اس طرح حفاظت کرتا ہے جیسے ماں بچے کی کرتی ہے۔

(حضرت خواجہ سراج الدینؒ)

☆تعلیم انسان کو بولنا تو سکھا دیتی ہے مگر یہ نہیں سکھاتی کہ کب، کہاں اور کتنا بولنا ہے۔ (شیخ سعدی شیرازیؒ)

☆لوگ فطرتاً اس شخص کے غلام ہیں جو کسی کے سامنے نہ جھکے۔

(خلیل جبران)

☆محنت کرنے سے جسم تندرست، دماغ روشن، دل فیاض اور جیب بھری رہتی ہے۔ (بوعلی سینا)

☆علم تلوار سے بھی زیادہ طاقتور ہے اس لیے علم کو اپنے ملک میں بڑھائیں کوئی آپ کو شکست نہیں دے سکتا۔ (قائداعظم محمد علی جناح)

☆فقیر کی بھوک صرف اس جان کھالیتی ہے جبکہ سلطان کی بھوک ملک وملت کھا جاتی ہے۔ (علامہ اقبال)

☆بزدل بار بار مرتے ہیں اور بہادر کو ایک بار موت آتی ہے۔

(مادر ملت محترمہ فاطمہ جناح)

☆اگر ایک چراغ سے دوسرا چراغ روشن ہو سکتا ہے تو ایک انسان دوسرے انسان کو نیکی کا راستہ ضرور دکھا سکتا ہے۔ (سعادت حسن منٹو)

☆جو لوگ وقت کا غلط استعمال کرتے ہیں وہی وقت کی کمی کی شکایت کرتے ہیں۔ (حکیم محمد سعید شہید)

☆میں مشکل اور سخت کام کرنے کے لئے ہمیشہ سست بندے کا انتخاب کرتا ہوں کیونکہ مجھے یقین ہے کہ وہ کوئی نہ کوئی آسان راستہ نکال لے گا۔ (بل گیٹس)

☆سخت تنقید سے آدمی کا جوش ختم ہو جاتا ہے مگر معمولی سی حوصلہ افزائی بھی جادو کا اثر دکھاتی ہے۔ (شیکسپیئر)

# دعا

**احمد ندیم قاسمی (مرحوم)**

اللہ کرے کہ میری ارض پاک پہ اترے
وہ فصل گل جسے اندیشہ زوال نہ ہو
یہاں جو پھول کھلے وہ کھلا رہے صدیوں
یہاں خزاں کو گزرنے کی بھی مجال نہ ہو
یہاں جو سبزہ اگے وہ ہمیشہ سبز رہے
اور ایسا سبز کہ جس کی کوئی مثال نہ ہو
گھنی گھٹائیں یہاں ایسی بارشیں برسائیں
کہ پتھروں سے بھی روئیدگی محال نہ ہو
اللہ کرے کہ نہ خم ہو سر وقار وطن
اور اس کے حسن کو تشویش ماہ وسال نہ ہو
ہر ایک فرد ہو تہذیب و فن کا اوج کمال
کوئی ملول نہ ہو کوئی خستہ حال نہ ہو
اللہ کرے کہ میرے اک بھی ہم وطن کے لئے
حیات جرم نہ ہو زندگی وبال نہ ہو
خدا کرے کہ میری ارض پاک پہ اترے
وہ فصل گل جسے اندیشہ زوال نہ ہو

مشعل راہ

# مریض کی مزاج پرسی یہ بھی ایک عبادت ہے

**ممتاز مذہبی اسکالر الحاج احمد عبداللہ غریب (مرحوم) بمبئی کے قلم سے**

Alhaj Ahmed Gareeb

ہماری دنیا کا ایک دستور بن گیا ہے کہ ہم عام طور سے کسی بیمار کی عیادت یا اس کی مزاج پرسی سے گریز کرتے ہیں۔ ہاں اس کی عیادت کو ضرور جاتے ہیں جس کے پاس جانے سے وئی نہ کوئی فائدہ پہنچنے کی امید ہو اور جس سے کسی فائدے کی امید نہ ہو اسے نظر انداز کر دیتے ہیں۔

**نبی کریم ﷺ کا درس:** مگر محسن انسانیت، حضرت محمد مصطفی ﷺ نے اپنے خلاق حسنہ سے انسانیت کے لئے جو خیر خواہی اور ایک دوسرے کے لئے ہمدردانہ جذبات کا عملی ثبوت پیش کیا، اسی سلسلے میں بیماروں کی خبر گیری اور ان کی خیر و عافیت معلوم کرتے رہنے کی طرف بہت زیادہ توجہ دلائی۔ آپ ﷺ خود بھی مریضوں کی عیادت، ان کی دل داری کرنے اور بیماری کے دنوں میں بھی مریض کے لئے جو فوائد دین کی برکت سے نصیب ہوتے ہیں، ان کی طرف توجہ دلاتے۔ دعائیں کرتے اور دعائیں سکھاتے اور ساتھ ہی صحابہ کرامؓ مخصوصاً اور پوری امت مسلمہ کے لئے اس اہم "حق مسلم" کی اہمیت واضح فرماتے۔

**ایک حدیث شریف:** چنانچہ آپ ﷺ نے موقع بہ موقع ارشاد فرمایا: "بھوکے کو کھانا کھلاؤ۔ بیمار کی عیادت (بیمار پرسی) کرو اور (بے گناہ) قیدی کو قید و بند کی صعوبتوں سے نجات دلاؤ۔" (بخاری شریف)

**چند سبق:** سرکار دو عالم ﷺ نے مسلمان کے مسلمان پر مختلف حدیثوں میں مندرجہ ذیل حقوق مختلف بیان فرمائے ہیں۔ (1) مریض کی عیادت کرو۔ (2) جب اس کی موت واقع ہو جائے تو جنازے میں شرکت کرو اور اعزہ و اقربا سے تعزیت کرو۔ یعنی ان کو پرسہ دو۔

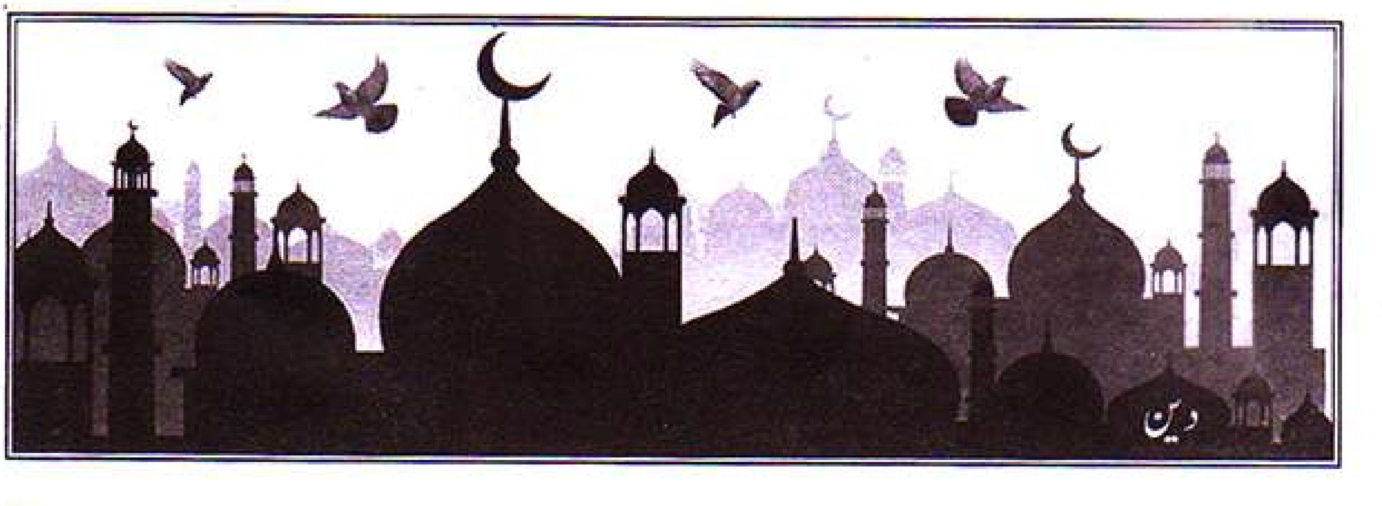

آپ ﷺ نے مزاج پرسی (مریض کی عیادت کا حکم تو فرمایا ہی، ساتھ ہی آپ ﷺ نے عیادت کرنے والے، مزاج پرسی کرنے والے کو اس حق مسلم کی ادائیگی کرنے پر کچھ خوش خبریاں بھی عنایت فرمائیں۔

فرمایا "ایک مسلمان جب کسی مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے تو جب تک وہ وہاں مریض کے سامنے رہتا ہے، گویا جنت (کے باغات میں سے) میوے کھاتا رہتا ہے، واپس لوٹنے تک۔" (صحیح مسلم)

**ایک اور مثال :** حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا اور محض ثواب حاصل کرنے کی غرض سے مسلمان بھائی کی عیادت کی تو اللہ تعالیٰ ساتھ کئی برس کی مسافت کی دوری تک ایسے شخص (عیادت کو جانے والے) کو دوزخ کی آگ سے دور کر دیتا ہے۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دنیا میں مریض کو پوچھنے نہ جانے والے کو خطاب کر کے کہے گا: "اے آدم کے بیٹے، میں بیمار ہوا، لیکن تو نے میری عیادت نہیں کی؟"

وہ جواب میں کہے گا۔ اے میرے پروردگار، میں کیسے تیری عیادت کرتا (کہ آپ سے بیماری کا کیا تعلق؟) حالاں کہ تو دونوں جہانوں کا پالنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کہے گا "کیا تجھے یاد نہیں کہ میرا فلاں بندہ (دنیا میں) بیمار ہوا تھا اور تو نے اس کی مزاج پرسی (عیادت) نہیں کی۔ اگر تو اس کی عیادت کرتا تو تو مجھے وہیں اس کے نزدیک پاتا۔ یعنی میری خوشنودی تجھے وہاں نصیب ہو جاتی۔"

**حضرت علیؓ نقل کرتے ہیں :** ایک اور موقع پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے محسن انسانیت ﷺ کا ارشاد نقل فرمایا کہ: "جب کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی صبح کے وقت عیادت (کا موقع حاصل) کرتا ہے تو اس کے لئے ستر ہزار فرشتے شام تک رحمت و مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں اور اگر شام کے وقت پرسان حال (عیادت کی غرض سے) کرتا ہے تو صبح تک اس کے لئے ستر ہزار فرشتے رحمت و مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں اور مزید یہ کہ جنت میں اس کے لئے ایک (نیا سرسبز و شاداب) باغ تیار کیا جاتا ہے۔

مذکورہ بالا چند عنایات تو وہ ہیں جو عیادت کرنے والوں پر برستی ہیں، لیکن خود مریض اور بیمار کو کسی (مخلص و بے لوث ثواب کمانے والے خیر خواہ) کے آنے سے جو فائدے پہنچتے ہیں، جس طرح اس کی دل داری ہوتی ہے، اس کا حوصلہ بڑھتا ہے، اس کے اپنی اور آنے والوں کی دعاؤں اور نیک خیالات و دلی ہمدردانہ جذبات ایمانی سے فائدہ پہنچتا ہے، اب کچھ ذکر خیر ان کا بھی ہو جائے!

**ارشادات نبوی ﷺ :** حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جو مسلمان کسی مسلمان کی عیادت کرے اور مریض کے سامنے سات مرتبہ یوں دعا کرے۔ (ترجمہ) میں دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر سے، جو مالک ہے عرش عظیم کا۔ یہ کہ وہ تجھے (یعنی بیمار کو) شفائے (کاملہ عاجلہ) عطا فرمادے، تو اللہ تعالیٰ اس بیمار کو (ضرور) شفا عطا فرما دیتا ہے، بشرطیکہ اس بیمار کی موت کا وقت ابھی نہ آیا ہو۔" (سنن ابوداؤد۔ ترمذی)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا: "تم میں سے جو شخص بیمار ہو، یا اس کا بھائی بیمار ہو تو اسے چاہیے کہ یہ کہے: (ترجمہ) "ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ اللہ جو آسمان میں ہے، پاک ہے نام تیرا۔ تیرا حکم مانا جاتا ہے آسمان اور زمین میں

جیسی تیری رحمت آسمان میں ہے۔اس طرح کی رحمت زمین میں نازل کر۔ بخش دے ہمارے چھوٹے بڑے گناہوں کو۔ تو پروردگار ہے پاک لوگوں کا۔ نازل کر اپنی رحمت سے رحمت اور شفا دے اپنی شفا سے (اس بیماری پر)۔ پس وہ بیمار اچھا ہو جاتا ہے۔'' (سنن ابوداؤد)

حضرت انسؓ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ ''جب کسی مسلمان کو جسمانی بیماری میں مبتلا کیا جاتا ہے، تو فرشتے سے کہہ دیا جاتا ہے کہ تو اس بیمار کے نامہ اعمال میں وہی اعمال صالحہ لکھتا رہ، جو وہ تندرستی کے زمانے میں کیا کرتا تھا۔ پھر اگر اللہ تعالیٰ اسے شفا عطا فرماتا ہے، تو اس کے گناہوں کو دھو دیتا ہے اور اسے پاک کر دیتا ہے اور اگر اسے بیماری کے بعد موت دے دیتا ہے تو اللہ اسے بخش دیتا ہے اور اس پر رحم کرتا ہے۔'' (شرح السنہ)

**بڑی آزمائش --- بڑا انعام :** حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جتنی بڑی بلا ہوتی ہے، اتنی ہی بڑی جزا حق تعالیٰ کی طرف سے اسے ملتی ہے۔'' (یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ جتنی بڑی آزمائش ہوتی ہے، اتنی ہی جزا اور اتنا ہی بڑا انعام بھی ملتا ہے) پس اللہ تعالیٰ جب کسی قوم سے محبت کرتا ہے (یا اسے محبوب قرار دیتا ہے) تو اسے آزمائش اور مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے۔ پس جو مصیبت اور بلا پر خوش (راضی برضائے خداوندی) رہا، اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی رضامندی ہے (یعنی اللہ ایسے بندے سے یا قوم سے راضی ہو جاتا ہے) اور جو ناراض ہوا (اس بیماری یا بلا پر) تو اللہ بھی اس سے ناراض ہو جاتا ہے (اس کے لئے اللہ کی ناراضی ہے)

**ذکر حضرت عمرؓ کا :** روایت میں آتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بیمار کی عیادت کو تشریف لے گئے تو آپ نے وہاں (چند ساتھیوں کے سامنے) ارشاد فرمایا کہ کوئی بیماری، مصیبت یا بلا آئے تو صبر تو کرنا ہی چاہیے۔ لیکن ساتھ ہی شکر بھی کرنا چاہیے۔ تشریح یوں فرمائی کہ شکر اس بات پر کرے کہ اس سے بڑی بیماری، اس سے بڑی مصیبت اور اس سے بڑی آزمائش بھی تو آ سکتی تھی۔ شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چھوٹی آزمائش بھیجی، بڑی نہیں بھیجی۔ پھر فرمایا کہ شکر اس پر بھی کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اس بیماری و آزمائش کو برداشت کرنے کی طاقت و قوت اور مالی اخراجات برداشت کرنے کی صلاحیت اپنے ہی فضل و کرم سے عطا فرمائی۔ یعنی قوت مدافعت، خرچ کی سہولتیں بخش دیں کہ برداشت آسان ہو گئی۔

**تیسری بات !** تیسری بات آپ نے سب سے قیمتی اور سب سے بڑی حقیقت پر مبنی یہ فرمائی کہ دیکھو بیماری آئی یا کوئی آفت و آزمائش آئی تو سمجھ لو کہ جان پر آئی یا مال پر آئی، مگر مولائے کریم کا بے اندازہ شکر ہے کہ وہ آفت میرے یا ہمارے ''ایمان'' پر تو نہیں آئی۔ وہ تو الحمدللہ سلامت ہے۔ یہی مسلمان کی زندگی کا مقصد اور آخری نتیجہ ہونا چاہیے کہ وہ آخری ہچکی، ایمان کی سلامتی کے ساتھ لے لے۔ سب سے بڑی کامیابی و کامرانی یہی ہے کہ ''ایمان'' پر کہ آفت نہ آئے۔

**اختتام :** معلوم ہوا کہ بیمار کی مزاج پرسی عبادت ہے اور بیمار کی عیادت کے لیے جانا باعث ثواب ہے لہٰذا ذاتی فائدے کا خیال کیے بغیر ہی اگر خلوص نیت کے ساتھ انسان دوسرے بیمار انسان کو پوچھنے اور اس کی خیریت دریافت کرنے جائے تو اس میں دونوں کا ہی فائدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے بیمار دوستوں اور ساتھیوں کی عیادت کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)۔ (مطبوعہ: ماہنامہ میمن سماج۔ اکتوبر 2017ء)

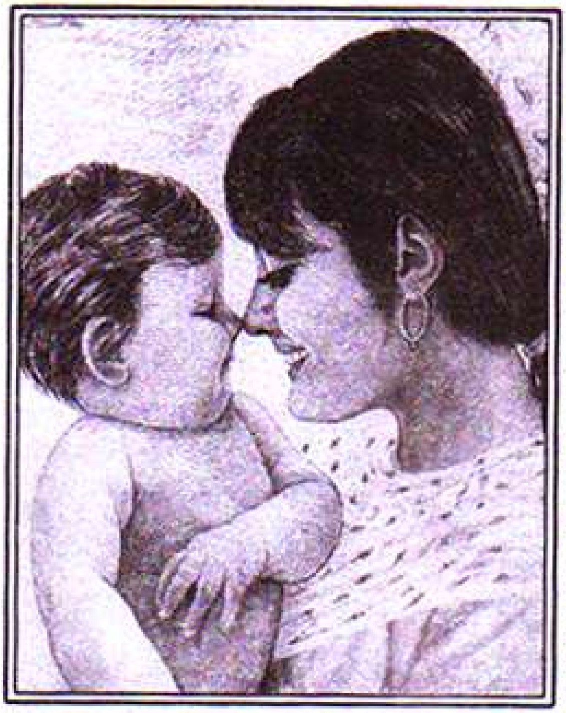

# Maa
# ماں

## کلام :ضیغم حمیدی

اے میری ماں ! اے میری جنت! مری جان حیات
تو نہیں تو کچھ نہیں میرے لیے یہ کائنات
میں تری بے لوث چاہت کو بھلاسکتا نہیں
مول احسانات کا تیرے چکا سکتا نہیں
تونے ہی تعلیم دی مجھ کو مجھے پیدا کیا
کتنی تکلیفیں سہیں، میرے لیے کیا کیا کیا
تو مری محبوب،مری شاعری،میرا خیال
ہر زمانے میں تری قربانیاں ہیں بے مثال

کیسے لفظوں میں بیاں کوئی تری عظمت کرے
رب نے رکھی ہے مری جنت ترے قدموں تلے
تو مثالی باغباں ہے ننھی کلیوں کے لیے
رات بھر تو جاگتی ہے اپنے بچوں کے لیے
تو سراپا عظمت و ہمت ہے اور ایثار ہے
کس قدر اعلیٰ و لاثانی ترا کردار ہے
دلنواز و دلکش و دلدار و دلبر دل نشیں
تجھ سے بڑھ کر اس جہاں میں اور کوئی شے نہیں

بشکریہ ماہنامہ تعلیم وتربیت لاہور
مطبوعہ شمارہ اپریل 1998ء

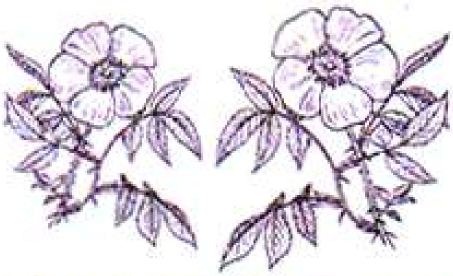

**9 نومبر سقوط بانٹوا اور کتیانہ**

### بھولی بسری یادیں -- ظلم و بربریت کا نشان

# بانٹوا اور کتیانہ پر زبردستی فوجی قبضہ

**میمن ریسرچ اسکالر عبدالرزاق تھاپلا والا مرحوم** کی ایک اہم گجراتی تحریر کا ترجمہ

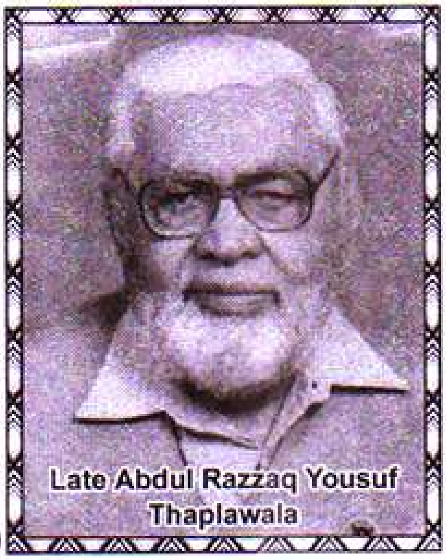
Late Abdul Razzaq Yousuf Thaplawala

پورے کاٹھیاواڑ میں ریاست جوناگڑھ کا علاقہ زرخیز کھیت اور مستقل بہتے ہوئے ندی نالے، چھوٹے بڑے پہاڑ، گھنے جنگلات اور خوبصورت سمندری ساحل کی وجہ سے فطری حسن و خوبصورت اور حسین مناظر فطرت کے لئے مشہور تھا۔ 1947ء میں ریاست کی مخصوصی آمدنی ڈیڑھ کروڑ روپے سے زائد تھی۔ جس میں سے نصف آمدنی کا ذریعہ ویراول کی بندرگاہ تھی۔ آمدنی کے دیگر اہم ذرائع لگان اور جائیداد ٹیکس تھے۔ ریاست کی اہم برآمدات عمارتی لکڑی، کھال، نمک اور گھی وغیرہ تھیں۔ جزیرہ نما کاٹھیاواڑ بحر عرب کے ساحل پر ایک جھروکے کی مانند واقع ہے اس کی لمبائی ایک سو ساٹھ میل اور چوڑائی دو سو بیس میل ہے اس کا کل رقبہ بائیس ہزار مربع میل ہے۔ 1947ء میں اس میں تقریباً دو سو چھوٹی بڑی ریاستیں موجود تھیں۔ اس وقت اس کی آبادی چالیس لاکھ افراد پر مشتمل تھی جس میں چھ لاکھ مسلمان شامل تھے۔

**بانٹوا اور کتیانہ :** اس وقت بھارتی ریاست گجرات کا حصہ ہیں۔ کسی زمانے میں یہ دونوں شہر قیام پاکستان سے قبل برصغیر میں میمن

نواب سر مہابت خانجی (مرحوم)

نواب محمد دلاور خانجی (مرحوم)

نواب محمد جہانگیر خانجی (موجودہ نواب)

برادری کے تجارتی مقناطیس (بزنس میگنٹ) تھے۔ جب مسلم لیگ نے اپنا روزنامہ اخبار انگریزی زبان میں نکالنے کا فیصلہ کیا تو 24 جنوری 1940ء میں ایک پریس فنڈ قائم کیا تو قائد اعظمؒ نے اس پریس فنڈ میں رقم جمع کرنے کے لئے جوناگڑھ اور مانادور ریاستوں کا دورہ کیا تھا۔ اس وقت بانٹوا ایک چھوٹا سا شہر تھا جس کی آبادی لگ بھگ 20,000 افراد پر مشتمل تھی۔ مگر قائد اعظمؒ نے نہ صرف اس شہر کا دورہ کیا بلکہ وہاں تین روز تک قیام بھی کیا تاکہ وہاں کے بڑے بڑے تاجروں اور ذی حیثیت بزنس مینوں سے فنڈز کے لئے عطیات حاصل کرسکیں۔ کہا جاتا ہے کہ مسلم لیگ پریس فنڈ کے لئے 90 فیصد حصہ کاٹھیاواڑ کی میمن برادری نے فراہم کیا تھا۔

قیام پاکستان کے وقت بانٹوا شہر ہی ریاست مانادور کا حصہ تھا۔ مانادور کے حکمراں متذبذب تھے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ دونوں نومولود مملکتوں میں سے کونسی ریاست کے ساتھ الحاق کا اعلان کریں۔ بانٹوا کے رہنے والے مسلمانوں نے جن کا تعلق میمن برادری سے تھا۔ ستمبر 1947ء کے شروع میں ایک عوامی اجتماع کا اہتمام کیا جس میں یہ مطالبہ کیا گیا کہ ریاست مانادور بشمول بانٹوا کا پاکستان کے ساتھ الحاق کیا جائے۔ اس کے لئے ان لوگوں نے ایک وفد بھی تشکیل دیا۔ جسے بانٹوا اور مانادور کے حکمرانوں سے ملاقات کرنی تھی۔ میمن برادری کی پروقار اور بلند مرتبہ شخصیات پر مشتمل اس وفد نے 9 ستمبر 1947ء کو بانٹوا کے دربار اور مانادور کے خان صاحب سے ملاقات کی۔

مانادور ریاست کے الحاق کے موضوع پر ہونے والی بحث کے بعد 25 ستمبر 1947ء کو مانادور نے پاکستان کے ساتھ الحاق کا اعلان کر دیا۔ ظاہر ہے یہ فیصلہ انڈین حکومت کے لئے قابل قبول نہیں تھا۔ اس لئے اس نے 3 اکتوبر 1947ء کو کرنل حمایت سنگھ جی کی قیادت میں مسلح افواج کی دو کمپنیاں بانٹوا بھیج دیں۔ حملہ آور فوج نے تمام سرکاری عمارتوں اور دفتر پر قبضہ کرلیا اور بانٹوا کو انڈین یونین کا حصہ قرار دے دیا۔ بانٹوا میں جگہ جگہ فوجی چوکیاں قائم کردی گئیں۔ اس روز بانٹوا کے قریب واقع شہر سردار گڑھ پر بھی غاصبانہ قبضہ کرلیا گیا اور 23 اکتوبر 1947ء کو ریاست مانادور پر بھی قبضہ ہوگیا۔ اس کے حکمرانوں کو حراست میں لے لیا گیا۔ پہلے انہوں نے قیدیوں کو جام نگر پہنچایا پھر انہیں راجکوٹ پہنچادیا گیا۔

انڈین گورنمنٹ نے ریاست جوناگڑھ کے پاکستان سے الحاق کی مخالفت کرتے ہوئے یہ موقع اختیار کیا تھا کہ اس ریاست کی اکثریت غیر مسلم پر مشتمل ہے۔ دوسری جانب جب کشمیر کا معاملہ سامنے آیا تو وہاں انڈین گورنمنٹ نے اکثریتی آبادی کے اس معیار کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ جس کے تحت وہ کسی بھی آزاد ریاست کے ساتھ الحاق کرسکتی تھی۔ جہاں تک جوناگڑھ اور مانادور اسٹیٹ کا تعلق تھا تو انڈین گورنمنٹ نے کتیانہ اور بانٹوا کے شہروں پر زبردستی قبضہ کرلیا تھا۔ جہاں کی 90 فیصد آبادی مسلمان تھی۔ اس کے بعد 9 نومبر 1947ء کو انڈین افواج نے ریاستِ جوناگڑھ پر بھی قبضہ کرلیا۔

بانٹوا پر قبضے کے فوراً بعد اس شہر میں رات کا کرفیو نافذ کردیا گیا۔ اس دوران مزید انڈین افواج وہاں آتی رہیں تاکہ اپنے مسلح قبضے کو مستحکم کیا جاسکے۔ مسلمانوں پر پابندی عائد کردی گئی کہ وہ عیدالاضحیٰ کے موقع پر گائے کی قربانی نہیں کرسکتے۔ اس کے علاوہ عیدگاہ میں نماز عید ادا کرنے کی اجازت بھی نہیں دی۔

9 نومبر 1947ء کو جوناگڑھ پر بھارتی افواج نے غاصبانہ قبضہ کیا تھا مگر اس یلغار سے دو روز پہلے 7 نومبر 1947ء کو آٹھویں سکھ رجمنٹ کتیانہ پہنچ گئی تھی۔ 8 نومبر 1947ء کو اس فوج کی مدد کے لئے مزید فوج آ گئی جس میں 50 جیپیں اور 40 ٹرک بھی شامل تھے۔ یہ کتیانہ پر قبضے کی تیاریاں تھیں جو ریاست جوناگڑھ کا حصہ تھا۔ کتیانہ کے چند باہمت اور جری مسلمانوں فوجی یلغار کے خلاف مزاحمت کی کوشش کی مگر تربیت

یافتہ اور منظم فوج کے سامنے ان کی کیا چل سکتی تھی۔ اس دوران کتیانہ کے کئی مسلمان شہید ہوگئے اور انہوں نے اپنی سرزمین کی حفاظت کی خاطر اپنی جانیں قربان کردیں۔

10 نومبر 1947ء کو کتیانہ کی مسلم آبادی پر ریاستی حکومت کی فوج کے عملے اور عہدے داروں نے دھاوا بول دیا۔ وہ گھروں میں زبردستی داخل ہوگئے اور خوب لوٹ مار کی۔ انہوں نے نقدی زیورات قیمتی ملبوسات وغیرہ لوٹ لیے۔ اس دوران معصوم شہریوں کو زدوکوب بھی کیا گیا جس سے وہ لوگ زخمی ہوگئے۔ دکانوں کو لوٹنے کے بعد ان میں آگ لگادی گئی اور یہ سب کچھ انڈین آرمی کی موجودگی میں ہوتا رہا۔

اس دوران بانٹوا شہر میں خوف ودہشت اور بے چینی کی لہر دوڑ گئی۔ بانٹوا کے رہنے والے اس بات کو سمجھ چکے تھے کہ لٹیروں کا اگلا ہدف وہ ہوں گے۔ اس وقت کے انڈین وزیرداخلہ ولبھ بھائی پٹیل اور دوسروں نے آگ لگانے اور نفرتیں بھڑکانے والی تقریریں کیں۔ 13 نومبر 1947ء کو ان لوگوں نے جوناگڑھ میں ایک عوامی جلسے سے خطاب کرتے ہوئے مسلمانوں کے خلاف بالعموم اور بانٹوا کی میمن برادری کے خلاف بالخصوص خوب زہر اگلا۔ ظاہر ہے بانٹوا شہر کے لوگوں نے مسلم لیگ پریس فنڈ کے لئے اس وقت دل کھول کر عطیات دیئے جب قائداعظم نے 1940ء میں اس شہر کا دورہ کیا تھا۔ ان تقریروں نے آگ پر تیل کا کام کیا اور آخرکار 15 نومبر 1947ء کو رات کو نصف شب کے وقت بانٹوا کی آبادی پر حملہ کردیا گیا۔ اس دوران لوٹ مار کرنے والوں کا تعلق قرب وجوار کے دیہات سے تھا اور وہ سب کھیتوں پر کام کرنے والے مزدور تھے۔ انہوں نے اپنی کہلاڑیوں سے مسلمان میمنوں کے گھروں کے بند دروازے توڑ ڈالے اور ہر ہاتھ لگنے والی چیز کو اٹھا کر لے گئے جس میں نقدی زیورات اور قیمتی ملبوسات شامل تھے۔ گھروں کے مکین چپ چاپ اس لوٹ مار کو دیکھتے رہے۔ ان کی نظروں کے سامنے ان کی زندگی بھر کی کمائی چلی گئی مگر وہ اف تک نہیں کرسکے۔ لٹیرے اپنے ساتھ بیل گاڑیاں لے کر آئے تھے۔ انہوں نے نہایت اطمینان کے ساتھ اپنی بیل گاڑیوں کو لوٹ کے مال سے بھرا اور قہقہے لگاتے ہوئے رخصت ہوگئے۔ ایک مسلم اپنے دوسرے مسلمان بھائی کی مدد بھی نہیں کرسکتا تھا کیونکہ انڈین آرمی نے اس پورے علاقے پر رات کا کرفیو نافذ کررکھا تھا۔ جس کی وجہ سے کسی کو بھی باہر نکلنے کی اجازت نہیں تھی۔ جن لوگوں کے گھروں کو اس بے دردی سے لوٹا گیا ان گھروں کی عورتوں اور مردوں کی چیخ وپکار کی آوازیں آج بھی راقم الحروف کے کانوں میں گونجتی ہیں جو اس وقت نوجوان تھا اور اس نے اپنی آنکھوں سے ان بے گناہ میمن مسلمانوں پر غیر مسلم غنڈوں کے حملوں کو دیکھا تھا۔ بانٹوا شہر کی آبادی یکایک سکتے میں آگئی تھی۔ وہ خود کو بے بس ولاچار محسوس کررہی تھی۔ لوٹ مار کا یہ سلسلہ رات بھر جاری اور صبح جاکر ختم ہوا۔ اب بانٹوا اور کتیانہ کے رہنے والوں کو اچھی طرح معلوم ہوچکا تھا کہ اب ان کے لئے اپنے آبائی شہروں میں رہنا ممکن نہیں ہے۔ انہیں وہاں جانا ہی ہوگا۔ انہوں نے اپنی دکانیں اور گھر چھوڑ دیئے ان میں موجود سامان کو ہاتھ بھی نہیں لگایا حالانکہ ان میں قیمتی اشیاء بھی موجود تھیں اور ہجرت کرکے پاکستان چلے آئے۔ وہ بمبئی یا اوکھا کی بندرگاہ سے بحری جہاز کے ذریعے آئے۔ اگلے 15 روز میں بانٹوا اور کتیانہ کی 90 فیصد آبادی نے اپنی جائے پیدائش اور اپنے بزرگوں کی سرزمین کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے چھوڑ دیا اور پاکستان آگئی۔

بانٹوا اور کتیانہ کی میمن برادری کے ارکان نے جو غلطی کی تھی اس سے دوسرے شہروں اور قصبوں بشمول دھوراجی، جیت پور، گونڈل، اوپلیٹا، مانگرول اور جام نگر وغیرہ کے میمنوں نے بھی عبرت حاصل کی تھی اور یہ سمجھ لیا تھا کہ اب ان کے لئے اپنے قدیم اور آبائی شہروں میں رہنا مناسب ہے اور نہ محفوظ۔ اس لئے ان کی اکثریت نے پاکستان ہجرت کا فیصلہ کیا اور اس نومولود مملکت میں چلے آئے۔ کراچی میں قائم میمن ریلیف کمیٹی نے ان سبھی افراد کو کراچی اور سندھ کے دوسرے قصبوں میں آباد ہونے میں مدد فراہم کی۔

کاٹھیاواڑ سے میمن برادری کی پاکستان ہجرت پاکستان کی معیشت کے لئے رحمت کا باعث بن گئی۔ انڈیا سے یہ لوگ اپنے ساتھ جو سرمایہ لوٹے تھے اس کا انہوں نے صحیح استعمال کیا اور اس کی مدد سے اپنی تاجرانہ و کاروباری صلاحیتوں کا بھرپور اظہار کیا۔ اس طرح میمن برادری نے پاکستان کی اقتصادی ترقی میں اپنا کردار ادا کرنا شروع کر دیا۔ ابتداء میں تجارتی فرمیں قائم کی گئی۔ اس کے بعد مشرقی اور مغربی پاکستان میں مختلف مقامات ان کی نئی شاخیں (برانچیں) کھول دی گئیں۔ اس کے بعد میمن صنعت کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس کے بعد انڈسٹریز قائم کرنے کا ایک سفر شروع ہوا۔ مختلف اقسام کی صنعتیں قائم کی گئیں اور پاکستان کو ایک مضبوط اور مستحکم معاشی قوت بنانے کا آغاز ہوا۔

تقسیم کے فوراً بعد دو کتابیں لکھی گئی تھیں۔ ایک کتاب کے مصنف انڈیا کے پہلے صدر ڈاکٹر راجندر پرشاد تھے جبکہ دوسری کتاب کے خالق انڈیا کے آئین کے خالق ڈاکٹر امبیڈکر تھے۔ دونوں مصنفین نے پاکستان کے جلد ہی دیوالیہ یا غیر مستحکم معاشی قوت ہونے کی پیش گوئی کی تھی۔ حتیٰ کہ مسٹر نہرو نے بھی یہ پیش گوئی کی تھی کہ پاکستان اقتصادی طور پر کبھی مستحکم نہیں ہوسکے گا اور آخر کار بھارت کے ساتھ ملنے پر مجبور ہو جائے گا۔ شاید یہی وہ خیال تھا جس کی وجہ سے انڈیا نے برٹش انڈیا میں اس کے اثاثوں کا حصہ 55 کروڑ روک لیے تھے۔

میمنوں نے ان تمام افراد کی پیش گوئیاں غلط ثابت کر دیں اور انڈین لیڈرز کی یہ باتیں بے بنیاد اور جھوٹی ثابت ہوئیں۔ ذیل میں مسٹر اسٹیفن آرلوئس کی کتاب کا ایک اقتباس دیا جا رہا ہے۔ جسے پڑھ کر اس حقیقت کو بخوبی سمجھا جاسکتا ہے۔ اس کتاب کا عنوان ہے ''پاکستان کی صنعتی اور تجارتی پالیسیاں۔'' وہ لکھتے ہیں:

''یہ بڑی حیرت کی بات ہے کہ پاکستان کی معیشت اس کے قیام کے ابتدائی برسوں میں زندہ رہی؟ یہ کیسے سلامت رہی؟ اس کی وجہ مسلمان تاجروں کی وہ سوداگرانہ صلاحیتیں تھیں جو لوگ اپنے آبائی شہروں سے ہجرت کر کے پاکستان چلے آئے تھے اور ان میں میمن سب سے نمایاں تھے۔ اگر پاکستان نے اس وقت مشکل حالات سے مقابلہ کیا اور تمام اقتصادی رکاوٹوں کو عبور کیا تو اس کا سارا کریڈٹ میمنوں کو جاتا ہے۔ شاید اس بات کا کسی کو بھی اندازہ نہیں تھا جیسا کہ بعد کے برسوں میں ایک فیشن بن گیا کہ پاکستان میں بزنس کے شعبے میں میمنوں کے غلبے کی بات کر کے انہیں بدنام کیا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر میمن ان مشکل حالات میں پاکستان کی معیشت کو سہارا نہ دیتے تو پاکستان معاشی طور پر کبھی ترقی نہ کرتا۔

(مطبوعہ: روزنامہ وطن گجراتی 9 نومبر 2003ء۔۔ اردو ترجمہ: کھتری عصمت علی پٹیل)

**اپنا تشخص، کلچر اور ثقافت میمن زبان بول کر زندہ رکھ سکتے ہیں**

**پانچوا اتحاد پانچی ترقی نے خوشحالی جو ضامن آیئے**

## دنیا کا پہلا ڈاک ٹکٹ "پینی بلیک" 16 مئی 1840ء میں برطانیہ میں جاری ہوا

## مختلف تہذیبوں اور ثقافتوں کے نمائندے

# ڈاک ٹکٹ

تحریر: جناب محمد عارف حاجی یوسف بلگام والا، تمغہ امتیاز

جاذب نظر رنگوں، خوبصورت اور مختلف تحریروں سے آراستہ مختلف قسم کے ڈاک ٹکٹ افراد کے درمیان رابطے کو سہل بناتے ہیں۔ یہ مختلف ممالک کی ثقافت اور تہذیب وتمدن کی نمائندگی کرتے ہیں۔ ڈاک ٹکٹ دھوکہ اور بے ایمانی کی وجہ سے وجود میں آئے۔ اس سلسلے میں ایک قصہ جو سنا گیا ہے وہ یہ تھا۔ ملکہ وکٹوریہ کے دورِ حکومت میں (1837ء ۔ 1901ء) ملکہ کے ایک مشیر سر رولینڈ ہل سفر کررہے تھے۔ ایک مقام پر انہوں نے دیکھا کہ ایک ڈاکیہ ایک خاتون کو خط دے کر ایک شلنگ کا مطالبہ کررہا تھا۔ اس خاتون نے خط کو الٹ پلٹ کر دیکھا اور یہ کہتے ہوئے خط ڈاکیے کو واپس کردیا کہ وہ اس کی فیس ادا نہیں کرسکتی۔

سر رولینڈ کو افسوس ہوا۔ انہوں نے ڈاکیہ کو ایک شلنگ ادا کیا اور خط لے کر خاتون کے حوالے کردیا۔ ڈاکیہ کے جانے کے بعد خاتون نے سر رولینڈ ہل سے کہا کہ آپ نے خواہ مخواہ پیسے ضائع کردیے۔ یہ سن کر سر رولینڈ ہل کو بڑا تعجب ہوا اور انہوں نے اس خاتون سے دریافت کیا کہ وہ خط تمہارا نہیں؟ خاتون نے اثبات میں جواب دیا اور کہا کہ وہ خط بے شک میرا ہے اور میرے بھائی نے لکھا ہے لیکن ڈاک کے خرچ سے بچنے کے لئے اس نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ خط کی باہری سطح پر وہ کچھ نشان لگا دیتا ہے جنہیں دیکھ کر میں سمجھ جاتی ہوں کہ وہ خیریت سے ہے۔

چنانچہ اس قسم کی دھوکہ بازی کی روک تھام کے لئے سر رولینڈ ہل کی کوششوں سے برطانیہ میں پہلا ڈاک ٹکٹ جاری ہوا۔ اسٹامپ کی تاریخ کوئی بہت زیادہ پرانی نہیں ہے۔ 1840ء میں پہلا ڈاک ٹکٹ برطانیہ میں جاری ہوا تھا چٹھی رسانی اور رسل ورسائل کی شرح مقرر کرنے کی خاطر۔ ضرورت اسی لیے تو ایجاد کی ماں کہلاتی ہے۔

برطانیہ میں جب ڈاک کا نظام قائم ہوا تو محصول ڈاک خط وصول کرنے والے کو ادا کرنے پڑتے تھے۔ بہت سے خطوط غلط پتہ درج ہونے کی وجہ سے واپس محکمہ ڈاک کے پاس چلے آتے تھے اور محکمہ ڈاک کو نقصان برداشت کرنا پڑتا تھا جو برطانیہ کے ڈاک کے انتظام میں ایک بڑا نقص تھا۔ اس نقص کو دور کرنے کی خاطر سر رولینڈ ہل نے تجویز پیش کی کہ محصول ڈاک کے کونوں پر ایک خاص نشان چھاپا جائے اور اس کی ایک قیمت مقرر کی جائے۔ برطانیہ کی پارلیمنٹ نے 10 جنوری 1839ء کو ڈاک ٹکٹ جاری کرنے کا قانون منظور کیا اور 16 مئی 1840ء کو پہلا ڈاک ٹکٹ "پینی بلیک" جس کی قیمت ایک پینی تھی جاری کیا گیا۔ اس ٹکٹ پر برطانیہ کا نام نہیں تھا صرف ملکہ وقت کی تصویر تھی۔

قائد اعظم کی پہلی برسی پر ڈاک ٹکٹ جاری کیا گیا

اس کے بعد 1843ء میں سوئزر لینڈ، 1847ء میں امریکہ، 1848ء میں فرانس، بیلجیم 1851ء میں کینیڈا میں ڈاک ٹکٹ جاری کیے گئے۔ برطانوی نوآبادیات میں سب سے پہلے ماریشس میں ڈاک ٹکٹ جاری کیے گئے۔ ہندوستان میں 1852ء میں پہلا ڈاک ٹکٹ جاری ہوا اور 1854ء میں تمام ہندوستان میں ڈاک ٹکٹ جاری ہوگئے۔ پاکستان میں پہلا ڈاک ٹکٹ 16 جولائی 1948ء کو جاری کیا گیا جو چار ٹکٹوں پر مشتمل تھا اور ان کی قیمت ڈیڑھ آنہ، ڈھائی آنہ، تین آنہ اور ایک روپیہ تھی۔ اس سے قبل ہندوستانی ڈاک ٹکٹ پاکستان میں استعمال ہوتے تھے۔ ان پر پاکستانی مہر لگائی جاتی تھی۔

برطانوی ڈاک ٹکٹوں پر برطانیہ کا نام نہیں چھاپا جاتا تھا بلکہ صرف سربراہ مملکت کی تصویر چھاپی جاتی تھی۔ برطانوی قوم یوں بھی روایت پرست قوم ہے اس لیے یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔ اسٹامپ جمع کرنے کا رواج کب اور کیسے ہوا، اس کے بارے میں وثوق سے نہیں کہا جاسکتا۔ کہا جاتا ہے کہ ہر شخص کو نہ کچھ کرنے کا خبط ضرور ہوتا ہے اور جسے کوئی خبط نہیں ہوتا اسے لوگ آدمیت کے زمرے میں شامل نہیں کرتے۔ اس لیے دنیا کا ہر شخص خواندہ یا ناخواندہ کچھ خبطی ضرور ہے۔ کچھ آگے چل کر اس خبط کا نام مشغلہ پڑ گیا اور آج صرف مشغلہ کے نام پر ہر وہ چیز ہوجاتی ہے جسے اگر خبط یعنی مشغلہ کا موجد دیکھ لیتا تو اپنی ایجاد سے خود پناہ مانگتا۔

ڈاک ٹکٹوں کی اپنی ایک دنیا ہے اور اسے مشغلہ بنانے والا اس میں ایسا گم ہو کر رہ جاتا ہے کہ اسے دنیا و مافیہا کا ہوش نہیں رہتا۔ تخیلات کی دنیا پر پرواز کرنے والا شخص اگر ٹکٹ جمع کرنے کا شائق بھی ہو تو البم میں اس کی آرائش کے نت نئے طریقے ڈھونڈ نکالتا ہے۔ وہ جتنے زیادہ ٹکٹ جمع کرے گا ان میں اتنا ہی غرق ہوتا جائے گا اور اسے فرار یا باہر نکلنے کی کوئی سبیل سجھائی نہیں دے گی۔ لہٰذا اسٹامپ جب ایک مقررہ تعداد میں جمع ہوجائیں تو مزید اسٹامپ کی تلاش و جستجو اور انہیں جمع کرنے کی کوشش کو وقتی طور پر نہایت ادب و احترام سے خدا حافظ کہہ دینا چاہیے اور جو کچھ بھی جمع

کیا ہے انہیں نکال کر دیکھنا چاہیے کہ کس قسم اور کن ممالک کے اسٹامپ آپ کے پاس ہیں۔ اس طرح ٹکٹوں کو چھانٹنے میں مختلف عنوانات مل جاتے ہیں جن پر سنجیدگی سے سوچنے میں زیادہ وقت نہیں لگتا البتہ ان پر غور وخوض وقت طلب کرتا ہے کہ ان کی تلاش اور ان کا حصول وقت اور مالی استعداد پر منحصر ہوتا ہے۔ مختلف قسم کے عنوانات ٹکٹ پسندوں میں ایک خاص قسم کے اسٹامپ جمع کرنے کا شوق پیدا کر دیتے ہیں۔

کبھی اچھے اور غیر مستعمل اسٹامپ کی قیمت زیادہ ہوتی ہے اور کبھی مستعمل اسٹامپ کی زیادہ اور کبھی دونوں کی قیمت یکساں ہوتی ہے۔ ڈاک ٹکٹ جمع کرنے والے اسی لیے دونوں طرح کے ٹکٹ جمع کرنے کے خواہاں ہوتے ہیں۔ ایک بات جو نہایت واضح ہو جانی چاہیے وہ یہ ہے کہ دنیا میں کوئی ایک شخص یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس کے پاس دنیا کے سارے ڈاک ٹکٹ موجود ہیں اور وہ بھی بہترین یا اچھی شکل میں اور اگر کسی کے پاس ہوں تو بھی ان میں کہیں نہ کہیں اکا دکا غائب ضرور ہوں گے یا بگڑی شکل میں ہوں گے کیونکہ وقت ہر شے کو متاثر کر دیتا ہے اور ہر شکل وقت کا اثر قبول کیے بغیر نہیں رہتی۔

ٹکٹ جمع کرنا بڑا مہنگا مگر منافع بخش شوق ہے۔ یہ شوق ہاتھی پالنے کے برابر ہے یعنی ہاتھی مرے بھی تو سوا لاکھ کا۔ ٹکٹ کی جمع بندی کبھی کبھی توقعات سے بڑھ کے منافع دے جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ شوق انسان کو لالچی بھی بنا دیتا ہے۔ دوسری جانب یہ شوق تلاش و جستجو کی عادت بھی پیدا کرتا ہے اور یہ قرینہ سکھاتا ہے کہ اپنی چیزوں کی حفاظت کیوں اور کیسے کی جائے۔ اس شوق کے پالنے والوں کے لئے شرط اول صبر ہے۔ غیر معمولی پر صابر شخص کے لئے ٹکٹ جمع کرنا ایک منفعت بخش کاروبار بن سکتا ہے۔ ایک اچھے اور یادگاری زیادہ قیمت والے اسٹامپ کی قیمت ایک عرصے بعد کچھ بھی نہیں ہو سکتی۔ مثال کے طور پر بلیک پینی جو دنیا کا سب سے پہلا اسٹامپ تھا اس کی قیمت آج لاکھوں ڈالر ہے۔ آزادی کے بعد ہندوستان سے مہاتما گاندھی پر شائع ہونے والے چار یادگاری اسٹامپ جن میں ایک کی قیمت (Face Value) دس روپے تھی۔ اسٹینلی گینس کے کیٹلاگ کے مطابق آج اس ایک اسٹامپ کی قیمت 74 برطانوی پونڈ یعنی تقریباً 1333 ہندوستانی روپے ہے۔

**آخری بات :** ویسے تو ہر انسان اپنی قابلیت کی بدولت مختلف شعبوں میں گولڈ میڈل لیتا رہتا ہے مگر میں پاکستان کا واحد اسٹامپ کولکٹریوں جس نے اسٹامپ کلکٹنگ میں ورلڈ میں پاکستان کے لیے 3 لارج گولڈ میڈل جیتا ہے۔ ابھی تک کوئی دوسرا پاکستانی اس اعزاز کو حاصل نہیں کر سکا ہے۔ اس اعزاز کے لیے میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوں جس نے مجھے یہ عزت عطا فرمائی۔

علم کے چراغ جلا کر
جہالت کے اندھیرے دور کیجئے۔
اپنا، اپنی برادری اور اپنے
ملک کا مستقبل روشن بنایئے۔